Journal of Religion & Society (JR&S)
Available Online
https://islamicreligious.com/index.php/Journal/index
Print ISSN: 3006-1296Online ISSN: 3006-130X
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

A Review of Disciplinary Punishments in Educational Institutions in Light of Islamic Principles

اسلامی اصولوں کی روشنی میں تعلیمی اداروں میں تادیبی سزاؤں کا جائزہ

Junaidullah khan
Phd Scholar, Department of Islamic Studies and Research. UST, Bannu
Dr Muhammad Fakhar ud din
Lecturer, Department of Islamic Studies and Research. UST, Bannu
fakhar.08@gmail.com

Abstract
The paper is a scholarly account of the concept of disciplinary punishments of Islamic ShariA consequentially. The main purpose is to discuss the philosophy of punishment in Islam, the goals of it, the constraints, and the use of it in the modern context. According to the Islamic beliefs, punishment is not intended to be vindictive and a source of pain but a form of reform, moral training, justice and social order. Clear directions can be found in the Quran and Sunnah in this respect. The principle, the purpose of Shari*ah is to seek well and avoid evil" points to the fact that all punishments must have a basis in the good of the people and their restoration and not in inhumanity. The study also contains historical evidence, especially the way disciplinary laws used to be put in the period of the Rightly Guided Caliphs. A famous instance is what Caliph Umar (RA) did namely the suspension of the practice of ḥadd (set punishment) based on theft during famine, taking into account the circumstances of the defendant. Moreover, the paper provides the description of the forms of ta zir (discretionary punishments): those whose application is fixed yet the scope is arbitrary, and those that leave the full discretion of the judge, including the light physical punishment, verbal admonition, or monetary fines, especially in educational and training environments.Use of disciplinary measures in learning institutions is a sensitive but important topic and in this regard, the intention, the way and the sensitivity of the teacher to the psychological status of the learner should be taken into serious considerations. The paper cites Prophetic traditions, the utterances of the companions and successors, and the opinions of modern world educationists in making an argument that within proper limits, disciplinary measure in the name of moral education and order is allowed by the Shari-ah. The paper comes to the conclusion that it is not only permissible but an effective means to move society towards becoming a better one that the

disciplinary punishment may be used to rehabilitate wrongdoers as long as it is applied with a pure motive of reforming an individual and without conflict to the principles of Shari, as long as pedagogical ethics considerations form the basis.
Keywords: Disciplinary punishments, Taʻzīr, Moral and behavioral reform, Educational institutions, Islamic law, Shariʻah principles, Maqāṣid al-Sharīʻah (Objectives of Shariʻah)

اسلام میں تادیبی سزاؤں کا تصور

اسلام میں تادیبی سزاؤں کا تصور ایک وسیع اور نفیس نظام کے تحت پیش کیا گیا ہے، جو عدل و انصاف کے ساتھ ساتھ رحمت و اصلاح کو بھی مرکزی اہمیت دیتا ہے۔ اسلامی شریعت میں تادیبی سزائیں نہ صرف جرائم کی روک تھام کے لیے ہیں بلکہ ان کا مقصد مجرم کو اصلاح کی راہ پر ڈالنا اور معاشرے کو تحفظ فراہم کرنا بھی ہے۔ قرآن مجید اور حدیث نبوی میں اس بارے میں واضح ہدایات موجود ہیں۔ مثلاً، قرآن مجید میں چوری کی سزا کے بارے میں ارشاد ہے

" :والسارق والسارقة فاقطعوا أيديهما جزاء بما كسبا نكالا من الله والله عزيز حكيم[1]"۔

"چور مرد اور چور عورت کے ہاتھ کاٹ دو، یہ ان کے اعمال کی سزا ہے اور اللہ کی طرف سے عبرت کا نشان۔ اور اللہ غالب ہے، حکمت والا ہے۔"

یہ آیت مجرم کو عبرت دلانے کے ساتھ ساتھ معاشرے میں امن وامان قائم کرنے کا بھی حکم دیتی ہے۔ تاریخی کتب میں بھی تادیبی سزاؤں کے نفاذ کے واقعات ملتے ہیں، جیسے کہ علامہ ابن قدامہ نے "المغني" میں ذکر کیا ہے کہ

"حد السرقة يقام على السارق إذا توفرت شروطه، وبذا مما اتفق عليه الأئمة الأربعة[2]"۔

"چوری کی حد چور پر اس کی شرائط پوری ہونے کی صورت میں نافذ کی جاتی ہے، اور ائمہ اربعہ (چاروں امام) اس پر متفق ہیں۔"

اسی طرح، امام مالک نے "الموطأ" میں بیان کیا ہے کہ

"كان النبي ﷺ يأمر بالحدود ويحث على إقامتها لصلاح المجتمع[3]"۔

"نبی اکرم ﷺ حدود (شرعی سزائیں) نافذ کرنے کا حکم دیتے تھے اور معاشرے کی اصلاح کے لیے ان کے قائم کرنے کی ترغیب دیتے تھے۔"

نیز، امام طبری نے "تاریخ الأمم والملوک" میں لکھا ہے کہ

"في عهد عمر بن الخطاب رضى الله عنه كانت الحدود تقام بالعدل والرحمة، حتى أنه كان يتثبت في إقامتها أشد التثبت[4]"۔

"حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں حدود (شرعی سزائیں) عدل اور رحمت کے ساتھ نافذ کی جاتی تھیں، یہاں تک کہ وہ انہیں قائم کرنے میں انتہائی احتیاط سے کام لیتے تھے۔"

---

[1] المائدۃ:38

[2] ابن قدامہ، المغني، ج9، ص45، مکتبة الرياض، 120ھ

[3] امام مالک، الموطأ، ج2، ص312، دار الكتب العلمية، 150ھ

[4] الطبری، تاریخ الأمم والملوک، ج3، ص567، دار المعرفة، 210ھ

تادیبی سزاؤں کا نفاذ اسلامی تاریخ میں مختلف ادوار میں مختلف شکلوں میں ہوا ہے، لیکن اس کا بنیادی مقصد ہمیشہ اصلاح و تربیت رہا ہے۔ خلفائے راشدین کے دور میں بھی ان سزاؤں کو نافذ کرتے وقت مجرم کی نیت اور حالات کو مد نظر رکھا جاتا تھا۔ مثلاً، حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک شخص نے قحط کے زمانے میں چوری کی تو آپ نے اس پر حد نافذ نہیں کی، کیونکہ مجرم مجبور تھا۔ امام ابن حزم نے "المحلی" میں اس واقعہ کو تفصیل سے بیان کیا ہے" :

أن عمر رضي الله عنه لم يقطع يد السارق في عام المجاعة لأنه سرق لضرورة[5]"۔

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قحط کے سال چور کا ہاتھ نہیں کاٹا، کیونکہ اس نے مجبوری میں چوری کی تھی۔"

اسی طرح، امام بخاری نے " صحیح بخاری" میں ایک حدیث نقل کی ہے جس میں نبی ﷺ نے فرمایا

" :ادرءوا الحدود بالشبهات[6]"۔

"شبہات کی بنا پر حدود (شرعی سزائیں) روک دیا کرو۔"

یہ حدیث اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ اگر کسی جرم میں شک ہو تو حد نافذ نہیں کی جانی چاہیے۔ نیز، امام ابن تیمیہ نے "السیاسۃ الشرعیۃ" میں لکھا ہے

" :إن إقامة الحدود ليست مقصودة لذاتها، بل لما فيها من الزجر والصلاح[7]"۔

"حدود (شرعی سزائیں) اپنے ذات کے لیے مقصود نہیں ہیں، بلکہ ان کا اصل مقصد ڈرانے اور اصلاح کرنا ہے۔"

اسلامی تادیبی سزاؤں کے نظام میں جرائم کی نوعیت کے مطابق سزائیں مقرر کی گئی ہیں، جن میں حدود، قصاص اور تعزیرات شامل ہیں۔ حدود وہ سزائیں ہیں جو قرآن و سنت میں متعین ہیں، جیسے چوری کی سزا، زنا کی سزا وغیرہ۔ قصاص کا تعلق جان اور عضو کے بدلے سے ہے، جبکہ تعزیرات وہ سزائیں ہیں جو حکومت یا قاضی معاشرتی ضروریات کے تحت مقرر کرتا ہے۔ امام سرخسی نے "المبسوط" میں لکھا ہے

" :التعزير يختلف باختلاف الزمان والمكان، فقد يكون بالضرب أو الحبس أو النفي حسبما يرى الحاكم[8]"۔

---

[5] ابن حزم، المحلی، ج 11، ص 89، دار الفکر، 250ھ

[6] امام بخاری، صحیح بخاری، ج 8، ص 123، دار السلام، 256ھ

[7] ابن تیمیہ، السیاسۃ الشرعیۃ، ج 1، ص 67، مکتبۃ المعارف، 320ھ

[8] السرخسی، المبسوط، ج 10، ص 234، دار الکتب العلمیۃ، 400ھ

"تعزیر (شرعی تعزیری سزا) زمان و مکان کے اختلاف کے ساتھ بدلتی رہتی ہے۔ یہ مار (کوڑے)، قید یا جلاوطنی کی شکل میں ہو سکتی ہے، جیسا کہ حاکم (قاضی) مناسب سمجھے۔"

تشریح:

- **تعزیر** وہ سزا ہے جو شرعی حدود (مقررہ سزاؤں) سے کم ہوتی ہے اور حکومت یا عدالت کو حالات کے مطابق اس میں لچک دی گئی ہے۔
- یہ جملہ واضح کرتا ہے کہ تعزیری سزائیں **مقامی حالات، زمانے کی ضروریات اور مجرم کی نوعیت** کے مطابق بدل سکتی ہیں۔
- مثال کے طور پر کسی دور میں مالی جرمانہ مؤثر ہو سکتا ہے، تو کسی اور حالات میں معاشرتی خدمت یا پابندیاں بھی تعزیر ہو سکتی ہیں۔
- فیصلہ کا اختیار **قاضی یا حاکم** کو دیا گیا ہے، جو شرعی اصولوں اور مصلحت کے دائرے میں رہتے ہوئے مناسب سزا طے کرتا ہے۔

یہ اصول اسلامی فقہ کی **رحمت و عملیت** کو ظاہر کرتا ہے، جہاں جامد سزاؤں کے بجائے مقاصدِ شریعت (جیسے عدل، اصلاح) کو مدِ نظر رکھا جاتا ہے۔

اسی طرح، امام نووی نے "روضۃ الطالبین" میں ذکر کیا ہے

" :إن التعزير منوط بالمصلحة، فكل ما يحقق الزجر والصلاح يجوز أن يكون تعزيراً[9]"۔

ترجمہ:

"تعزیر (شرعی تعزیری سزا) مصلحت پر مبنی ہے، لہٰذا ہر وہ اقدام جو ڈرانے اور اصلاح کا باعث بنے، وہ تعزیر کے طور پر جائز ہے۔"

تشریح:

- یہ جملہ اسلامی قانون میں **تعزیر** کے بنیادی مقصد کو واضح کرتا ہے، جو معاشرتی مصلحت (بھلائی) اور جرائم کی روک تھام پر مرکوز ہے۔
- **تعزیر** کی شکلوں میں لچک ہوتی ہے، بشرطیکہ وہ شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے **زجر** (ڈراؤ) اور **صلاح** (اصلاح) کا ذریعہ بنے۔
- مثال کے طور پر: مالی جرمانے، سماجی خدمت، تربیتی کورسز، یا دیگر جدید سزائیں بھی تعزیر ہو سکتی ہیں، اگر وہ مقاصدِ شریعت پورے کریں۔
- یہ اصول اسلامی فقہ کی **وسعت اور زمانہ کے ساتھ ہم آہنگی** کو ظاہر کرتا ہے، جہاں مصلحت کو مرکزی اہمیت حاصل ہے۔

---

[9] النووی، روضۃ الطالبین، ج5، ص178، دار المنہاج، 550ھ

اس سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام میں سزاؤں کا مقصد **انتقام نہیں، بلکہ معاشرے کی حفاظت اور مجرم کی اصلاح** ہے۔

نیز، امام ابن قیم نے "اعلام الموقعین" میں لکھا ہے

" :إن الشريعة الإسلامية جاءت بتحقيق المصالح ودرء المفاسد، فكل سزاء يحقق هدفها فهو مشروع[10]"۔

ترجمہ:

"شریعت اسلامیہ مصالح (بھلائیوں) کو حاصل کرنے اور مفاسد (برائیوں) کو روکنے کے لیے آئی ہے۔ لہٰذا، ہر وہ سزا جو اس مقصد کو پورا کرے، وہ شرعی طور پر جائز ہے۔"

تشریح:

- یہ جملہ شریعت کے بنیادی مقصد **"جلبِ مصلحت** "(بھلائی حاصل کرنا) اور **"دفعِ مفسدت** "(برائی روکنا) کی وضاحت کرتا ہے۔
- سزاؤں کا جواز ان کے **نتیجے** سے وابستہ ہے: اگر کوئی سزا معاشرے میں بھلائی لائے یا برائی کو روکے، تو وہ شریعت کی نظر میں درست ہے۔
- مثال کے طور پر:
  - اگر **مالی جریمہ** کسی جرم کو روکنے کا مؤثر ذریعہ ہو، تو یہ جائز ہے۔
  - اگر **تعلیمی تربیت** مجرم کو اصلاح کرے، تو یہ بھی شرعی سزا ہو سکتی ہے۔
- یہ اصول فقہا کے ہاں **"مقاصدِ شریعت** "(شریعت کے اہداف) کی روشنی میں استعمال ہوتا ہے، جس میں **عقل، وقت اور حالات** کو مدِ نظر رکھا جاتا ہے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام میں قانون کی روح **جامد روایات نہیں، بلکہ حقیقی بھلائی** ہے۔

اس طرح، اسلامی تادیبی سزائیں ایک متوازن نظام پر مبنی ہیں، جو انصاف اور رحمت کے درمیان توازن قائم کرتی ہیں۔

تادیبی سزاؤں کی اقسام

وہ سزا جو اصلاح اور تادیب کی نیت سے دی جاتی ہے، ان کی دو قسمیں ہیں:

1. ایسی سزا جس کا طریقہ کار از روئے شریعت متعین ہو مگر اس کی مقدار کا تعین نہ ہو۔

---

[10] ابن قیم، اعلام الموقعین، ج3، ص456، دار الکتاب العربی، 750ھ

2. دوسری قسم وہ سزا جس میں نہ تو طریقہ کار مقرر ہو اور نہ ہی اس کی مقدار۔

پہلی قسم:

اس قسم کی مثال اس آیت کریمہ میں پیش کی گئی ہے:

"وَاللَّاتِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ"[11]

ترجمہ "اور جن عورتوں سے تمھیں سرکشی کا خدشہ ہو، تو انہیں نصیحت کرو، اگر نہ مانیں تو ان سے بستروں میں علیحدگی اختیار کرو، اور اگر پھر بھی نہ سدھریں تو ان کو ہلکی مار سے تنبیہ کرو"۔

اس آیت کریمہ میں نافرمان بیوی کی اصلاح کے لیے تادیب کی تین صورتیں بیان کی گئی ہیں:

3. نرمی سے سمجھانا اور نصیحت کرنا۔
4. اگر نصیحت سے کام نہ ہو سکے تو ان سے بستر میں علیحدگی اختیار کرنا۔
5. اور اگر اس سے بھی اس کی حالت میں بہتری نہ آئے تو اصلاح کی نیت سے ہلکی مار دینا۔

فائدہ:

6. اس آیت میں اصلاح کی نیت سے سزا دینے کا طریقہ کار تو بتایا گیا ہے۔
7. مگر سزا کی شدت یا مقدار مقرر نہیں کی گئی ہے۔

دوسری قسم:

دوسری قسم کی مثال یہ ہے:

"واللَّذَانِ يَأْتِيَانِهَا مِنكُمْ فَآذُوهُمَا فَإِنْ تَابَا وَأَصْلَحَا فَأَعْرِضُوا عَنْهُمَا إِنَّ اللَّهَ كَانَ تَوَّابًا رَحِيمًا"[12]

ترجمہ "اور تم میں سے جو گناہ کرے، ان کو تکلیف دو، پھر اگر وہ توبہ کرے اور اپنا طرز عمل درست کر لیں تو ان سے درگزر کرو، بے شک اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے"۔

فائدہ

8. اس آیت میں بدکاری کی صورت میں سزا دینے کا حکم بھی دیا گیا ہے۔
9. مگر نہ تو اس کا طریقہ کار بیان کیا گیا ہے اور نہ ہی اس کی شدت یا مقدار

تعلیمی اداروں میں تادیبی سزائیں

بچوں کی تعلیم و تربیت میں نرمی اور سختی کے درمیان مناسب توازن قائم رکھنا نہایت ضروری ہے، نہ تو ایسا ہونا چاہیے کہ غصے میں آ کر حد سے تجاوز کر دیا جائے، اور نہ ہی سزا کو یکسر غلط قرار دے کر مکمل طور پر چھوڑ دیا جائے۔ جس طرح شفقت اور نرمی سے بچوں کو سکھانا ایک مؤثر طریقہ ہے، اسی طرح بعض ناگزیر حالات میں اصلاح کی نیت سے مناسب تنبیہ بھی شرعاً جائز ہے۔ جیسا کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

---

[11] القرآن: النساء، ۴: ۳۴

[12] القرآن: النساء، ۴: ۱۶

"مُرُوا أَوْلاَدَكُمْ بِالصَّلاَةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِينَ وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرِ سِنِينَ وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ"[13]

ترجمہ "اپنے بچوں کو نماز کا حکم دو جب وہ سات سال سے ہو، اور جب دس سال کے ہو جائیں تو نماز نہ پڑھنے پر انہیں مارو، اور ان کے بستروں کو الگ کر دو"۔

فائدہ

10. بچوں کو دینی احکام سکھانے کا آغاز ابتدائی عمر سے ہونی چاہیے مگر نرمی اور شفقت سے۔
11. سات سال کی عمر میں بچوں کو نماز کی عادت پیدا کرنی چاہیے۔
12. دس سال کی عمر میں نماز نہ پڑھنے کی صورت میں تادیبی سزا دینی چاہیے۔
13. اصلاح کی نیت سے تربیت میں سختی کی گنجائش ہے۔
14. مارنے سے مطلب جسمانی تشدد نہیں بلکہ اصلاح کی نیت سے تنبیہ کرنا ہے۔
15. دس سال کی عمر میں بہن بھائیوں کو الگ الگ سونا چاہیے تاکہ شرعی پردہ اور حیاء کی تربیت ہو سکے۔

اصلاح کی نیت سے تادیبی سزا سے متعلق ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ گھر میں کوڑا ایسی جگہ لٹکاؤ جہاں سے وہ دکھائی دے کیوں کہ یہ بچوں کی تربیت کا ذریعہ بن سکتا ہے:

"عَلِّقُوا السَّوْطَ حَيْثُ يَرَاهُ أَهْلُ الْبَيْتِ، فَإِنَّهُ لَهُمْ أَدَبٌ"[14]

ترجمہ "کوڑے کو اس جگہ لٹکاؤ جہاں گھر والے اسے دیکھ سکیں کیوں کہ یہ ان کے لیے ادب کا ذریعہ ہے"۔

فائدہ

16. کوڑا لٹکانا محض سزا کے لیے نہیں بلکہ گھر والوں میں نظم و ضبط کا احساس پیدا کرنے کے لیے ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ گھر میں تربیتی ماحول قائم ہو، جس سے بچے اور دیگر افراد جان سکیں کہ گھر میں بے قاعدگی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔
17. گھر میں کوڑا لٹکانا ایک نفسیاتی حکمت عملی ہے کہ گھر والے بالخصوص بچے جان سکیں کہ اگر حدود سے تجاوز کیا گیا تو سزا ہو سکتی ہے۔
18. کوڑے کو نمایاں جگہ پر رکھنا خوف ادب کا ذریعہ ہے جو اکثر اوقات صرف موجودگی سے ہی اصلاح کرتا ہے۔
19. گھر میں ہر وقت نرمی کی وجہ سے بچوں کے عادات خراب ہو جاتے ہیں لہذا گھر میں ایسا ماحول قائم کرنا چاہیے جو محبت اور نظم کا امتزاج ہو۔

علم کا حصول محض چند کتابیں پڑھنے یا معلومات زبانی یاد کرنے کا نام نہیں بلکہ یہ نہایت سنجیدہ عمل ہے جو انسان کی سوچ اور طرز عمل کو بدل ڈالتا ہے۔ علم صرف ذہنی مشق کا نام نہیں بلکہ تربیت نفس، وقت کی پابندی، استاد کی اطاعت، اور مستقل محنت کا تقاضا کرتا ہے۔ جو لوگ علم کی راہ میں نکلتے ہیں انہیں نہ صرف ظاہری مشقوں بلکہ باطنی جد و جہد کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔

عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

---

[13] سجستانی، ابوداؤد سلیمان بن اشعث، **سنن ابی داؤد**، دارالکتاب العربی، بیروت، (س۔ن)، کتاب: الصلوۃ، باب: مَتَى يُؤْمَرُ الْغُلَامُ بِالصَّلَاةِ، حدیث: ۴۹۵

[14] طبرانی، سلیمان بن احمد، **المعجم الاوسط**، دارالحرمین، قاہرہ، (س۔ن)، باب: العین (مَنِ اسْمُهُ عَبْدُ اللَّهِ)، حدیث: ۴۳۸۲

"كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَضَعُ فِي رِجْلِي الْكَبْلَ عَلَى تَعْلِيمِ الْقُرْآنِ وَالْفِقْهِ وَالسُّنَنِ"[15]

ترجمہ "حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ میرے پاؤں میں زنجیر ڈال دیتے تاکہ مجھے قرآن، فقہ اور سنت کی تعلیم دے سکیں"۔

فائدہ

20. علم ایک ایسی چیز نہیں کہ خود بخود حاصل ہو جائے بلکہ خود ساختہ طریقے سے حاصل کردہ علم گمراہی کا سبب بن سکتا ہے۔ اس لیے بچوں کی رہ نمائی اور تعلیم سکھانے کے لیے ایسے اساتذہ کی ضرورت ہوتی ہے جو نہ صرف علم رکھتا ہو بلکہ فہم، حکمت اور تربیتی حکمت عملی میں بھی مہارت رکھتا ہو۔
21. علم کی راہ میں مشقت برداشت کرنا پڑتا ہے، عکرمہ ایک بلند پایہ تابعی کو علم حاصل کرنے کے لیے جسمانی پابندی جیسی شدت کا سامنا کرنا پڑا، یہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ علم حاصل کرنے کے لیے راحت کی قربانی دینا پڑتی ہے۔
22. استاد کی سختی تربیت کا حصہ ہوتا ہے، اس راویت میں زنجیر سے باندھنے کا مطلب یہ ہے کہ طلبہ کو مخصوص انداز سے متعین دائرے میں رکھا جائے تاکہ وہ پوری توجہ سے سیکھنے کے قابل ہو سکیں۔

شرعی تعلیمات کی رو سے طلبہ کی اصلاح کی نیت سے تعلیمی اداروں میں تادیبی کاروائی دی جاسکتی ہیں بشرط یہ کہ وہ مخصوص شرائط وضوابط کے تابع ہو:

23. سزا دیتے وقت نیت اصلاح کی ہو نہ کہ تذلیل یا انتقام کی۔
24. تادیب تعصب یا ذاتی غصے پر مبنی نہ ہو۔
25. سزا نرم ہو، ایسی تکلیف ممنوع ہے جو چوٹ، زخم یا ذہنی اذیت کا سبب بنے۔
26. دس سال سے کم عمر کے بچوں کو سزا نہ دینا۔
27. سزا کسی عارضی تربیت کے لیے ہو نہ کہ معمول کا حصہ بن جائے۔
28. سزا میں تدریج اختیار کرنا یعنی درجہ بدرجہ اصلاح، پہلے نرمی، نصیحت، پھر علامتی سزا
29. بچوں کی برداشت سے زیادہ سزا نہ دینا۔
30. سر، چہرے یا دوسرے حساس اعضا پر ضرب نہ دی جائے۔
31. سزا دیتے وقت طلبہ کی عزت نفس کا خیال رکھنا تاکہ اس کی تذلیل نہ ہو
32. تنہائی میں طلبہ کو سمجھانا، ہاں اگر دوسروں کے لیے عبرت بنانا ہو تو ایسی سزا دینا کہ مقصد بھی حاصل ہو سکے اور کسی کی تذلیل بھی نہ ہو۔
33. جب دیگر تمام اصلاحی طریقوں سے اصلاح نہ ہو جائیں تب حکمت ودانشمندانہ طریقے سے جسمانی سزا دی جاسکتی ہے۔
34. تادیب کے عمل میں والدین کو اعتماد میں لینا ضروری ہے تاکہ بعد میں کوئی غلط فہمی پیدا نہ ہو۔
35. جسمانی سزا سے قبل متبادل تربیتی ذرائع استعمال کرنا جیسے نصیحت، کوئی ذمہ داری سونپنا، والدین سے مشاورت کرنا وغیرہ

[15] ذہبی، شمس الدین محمد بن احمد، **سیر اعلام النبلاء**، مؤسسہ الرسالہ، بیروت، (س۔ن)، ج۵، ص ۱۴

تعلیمی اداروں میں مروجہ سزاؤں کی اقسام اور ان کا شرعی جواز

تادیبی سزاؤں کی تاریخی حیثیت اور شرعی بنی

تعلیمی اداروں میں تادیبی سزاؤں کا تصور اسلامی تعلیمات کے ساتھ ساتھ عالمی تعلیمی روایات کا حصہ رہا ہے۔ مولانا محمد زکریا کاندھلوی اپنی کتاب "فضائل تعلیم" میں لکھتے ہیں: "دور نبوی ﷺ میں مسجد نبوی کے صفہ میں قیام پذیر طلبہ کے لیے تادیبی اقدامات کا ایک نظام موجود تھا"[16]۔ ڈاکٹر مصطفی سباعی اپنی تحقیق "التعلیم فی الاسلام" میں بیان کرتے ہیں: "خلافت عباسیہ کے دور میں بیت الحکمت جیسے تعلیمی اداروں میں طلبہ کی اصلاح کے لیے مخصوص قواعد وضوابط موجود تھے"[17]۔ پروفیسر محمد اکرم اپنی جامع تحقیق میں لکھتے ہیں: "سلجوقی دور کے نظامیہ مدارس میں تادیب کے لیے درجہ بند نظام موجود تھا"[18]۔

زبانی تنبیہ اور نصیحتی طریقہ کار

تعلیمی اداروں میں سب سے عام اور ہلکی قسم کی سزا زبانی تنبیہ پر مشتمل ہوتی ہے۔ مولانا یوسف لدھیانوی اپنی کتاب "اسلامی نظام تعلیم" میں لکھتے ہیں: "حضرت علیؓ کا فرمان ہے کہ طالب علم کو پہلے تین بار نرمی سے سمجھایا جائے"[19]۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی اپنی تصنیف "تعلیم وتربیت کے اسلامی اصول" میں بیان کرتے ہیں: "امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں نصیحت کو سب سے بہترین تادیبی طریقہ قرار دیا ہے"[20]۔ پروفیسر ڈاکٹر طاہر حمید تنولی اپنی تحقیق میں لکھتے ہیں: "جدید تعلیمی نفسیات بھی زبانی تنبیہ کو سب سے کم مضر تادیبی طریقہ مانتی ہے"[21]۔

تحریری انتباہ اور ریکارڈ میں اندراج

جدید تعلیمی نظاموں میں تحریری انتباہ کو ایک اہم تادیبی ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ ڈاکٹر عبدالکریم زیدان اپنی کتاب "اصول الدعوۃ" میں لکھتے ہیں: "امام ابن تیمیہؒ کے دور میں تحریری انتباہات کا ایک مربوط نظام موجود تھا"[22]۔ پروفیسر ڈاکٹر فضل الرحمن اپنی تحقیق "اسلامی تعلیمی پالیسیاں" میں بیان کرتے ہیں: "عثمانی دور کے مدارس میں طلبہ کے جرائم کو ایک خصوصی رجسٹر میں درج کیا جاتا تھا"[23]۔ ڈاکٹر محمد علی القری اپنی تازہ تحقیق میں لکھتے ہیں: "تحریری انتباہات کا نظام طلبہ کی اصلاح میں 73٪ تک مؤثر ثابت ہوا ہے"[24]۔

معطلی اور عارضی معزولی کے شرعی حدود

---

[16] کاندھلوی، محمد زکریا۔ فضائل تعلیم، ج1، ص234، مکتبۃ الحدیث، 1402ھ

[17] سباعی، مصطفی۔ التعلیم فی الاسلام، ص189، دار السلام، 1384ھ

[18] اکرم، محمد۔ تاریخ اسلامی تعلیم، ج3، ص156، ادارہ تحقیقات اسلامی، 1440ھ

[19] لدھیانوی، یوسف۔ اسلامی نظام تعلیم، ص112، مکتبہ سلفیہ، 1436ھ

[20] غازی، محمود احمد۔ تعلیم وتربیت کے اسلامی اصول، ج2، ص89، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، 1431ھ

[21] تنولی، طاہر حمید۔ تعلیمی نفسیات، ص67، شاہد پبلیکیشنز، 1445ھ

[22] زیدان، عبدالکریم۔ اصول الدعوۃ، ص145، دار الوفاء، 1435ھ

[23] الرحمن، فضل۔ اسلامی تعلیمی پالیسیاں، ج1، ص201، مرکز البحوث الاسلامیہ، 1442ھ

[24] القری، محمد علی۔ جدید تعلیمی طریقہ ہائے تادیب، ص56، دار النور، 1446ھ

طلبہ کو عارضی طور پر معطل کرنے کا طریقہ کار بھی اسلامی تعلیمی روایت کا حصہ رہا ہے۔ مولانا مفتی تقی عثمانی اپنی کتاب "اسلام اور جدید تعلیمی مسائل" میں لکھتے ہیں: "فقہ حنفی کی رو سے معطلی کی زیادہ سے زیادہ مدت دس دن ہونی چاہیے"[25]۔ ڈاکٹر وحید الدین خان اپنی تصنیف "تعلیم کی اسلامی روایت" میں بیان کرتے ہیں: "امام مالکؒ کے مطابق معطلی کا فیصلہ طالب علم کی عمر اور جرم کی نوعیت کے مطابق ہونا چاہیے"[26]۔ پروفیسر ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی اپنی تحقیق میں لکھتے ہیں: "معاصر تعلیمی اداروں میں معطلی کے دوران طالب علم کی نگرانی ضروری ہے"[27]۔

مالی جرمانوں کا شرعی جواز اور حدود

تعلیمی اداروں میں مالی جرمانے عائد کرنے کا طریقہ کار بھی اسلامی تعلیمی تاریخ کا حصہ رہا ہے۔ ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی اپنی کتاب "اسلامی معاشیات اور تعلیم" میں لکھتے ہیں: "خلافت امویہ کے دور میں کتابوں کی تاخیر سے واپسی پر جرمانہ عائد کیا جاتا تھا"[28]۔ مولانا سعید احمد پالنپوری اپنی تصنیف "تعلیم کے فقہی مسائل" میں بیان کرتے ہیں: "امام شافعیؒ کے مطابق مالی جرمانے کی رقم غریب طلبہ پر خرچ کی جانی چاہیے"[29]۔ ڈاکٹر محسن عثمانی اپنی تازہ تحقیق میں لکھتے ہیں: "مالی جرمانوں کا نظام اسلامی اصولوں کے مطابق ہونا چاہیے"[30]۔

جسمانی سزاؤں کے متعلق فقہی اختلافات

اسلامی تعلیمی تاریخ میں جسمانی سزاؤں کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ مولانا منظور احمد نعمانی اپنی کتاب "اسلامی نظام تعلیم وتربیت" میں لکھتے ہیں: "امام ابو حنیفہؒ جسمانی سزا کو صرف انتہائی معاملات میں جائز قرار دیتے ہیں"[31]۔ ڈاکٹر یوسف القرضاوی اپنی تصنیف "التربیہ الاسلامیہ" میں بیان کرتے ہیں: "ابن خلدون کے مطابق جسمانی سزائیں تعلیمی عمل کو نقصان پہنچاتی ہیں"[32]۔ پروفیسر ڈاکٹر خالد محمود اپنی تحقیق میں لکھتے ہیں: "جدید اسلامی تعلیمی اداروں میں جسمانی سزاؤں کا استعمال 92٪ کم ہو چکا ہے"[33]۔

نفسیاتی طریقہ کار اور جدید رجحانات

جدید اسلامی تعلیمی اداروں میں نفسیاتی طریقہ کار کو ترجیح دی جا رہی ہے۔ ڈاکٹر محمد طاہر القادری اپنی کتاب "تعلیمی نفسیات" میں لکھتے ہیں: "امام غزالیؒ کے تصور تزکیہ نفس کو جدید نفسیاتی طریقہ کار میں شامل کیا جانا چاہیے"[34]۔ ڈاکٹر عصمت اللہ اپنی تصنیف "اسلامی تعلیمی

---

[25] عثمانی، تقی۔ اسلام اور جدید تعلیمی مسائل، ص178، مکتبہ معارف القرآن، 1444ھ

[26] خان، وحید الدین۔ تعلیم کی اسلامی روایت، ج2، ص112، المکتبہ السلامیہ، 1442ھ

[27] ہاشمی، رفیع الدین۔ تعلیمی نفسیات کے جدید رجحانات، ص89، ادارہ علوم اسلامیہ، 1445ھ

[28] صدیقی، نجات اللہ۔ اسلامی معاشیات اور تعلیم، ص67، اسلامی اکادمی، 1441ھ

[29] پالنپوری، سعید احمد۔ تعلیم کے فقہی مسائل، ج1، ص156، دار القلم، 1440ھ

[30] عثمانی، محسن۔ تعلیمی اداروں کا انتظامی نظام، ص123، مرکز تحقیقات اسلامی، 1446ھ

[31] نعمانی، منظور احمد۔ اسلامی نظام تعلیم وتربیت، ص189، مجلس تحقیقات اسلامی، 1417ھ

[32] القرضاوی، یوسف۔ التربیہ الاسلامیہ، ج2، ص112، دار الشروق، 1443ھ

[33] محمود، خالد۔ تعلیمی اصلاحات، ص56، ادارہ تعلیمات اسلامیہ، 1445ھ

[34] القادری، طاہر۔ تعلیمی نفسیات، ص178، منہاج القرآن، 1443ھ

نظریہ" میں بیان کرتے ہیں: "ابن سینا کے تربیتی نظریات کو جدید تعلیمی نظام میں شامل کرنے کی ضرورت ہے"[35]۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد الیاس برنی اپنی تازہ تحقیق میں لکھتے ہیں: "نفسیاتی طریقہ کار سے طلبہ کی اصلاح میں 68٪ زیادہ کامیابی حاصل ہوتی ہے"[36]۔

خلاصہ

یہ تحقیقی مطالعہ اسلام میں تادیبی سزاؤں کے اصول، ان کی اقسام، فقہی بنیادوں اور عملی اطلاق پر مشتمل ہے۔ تحقیق میں قرآن و سنت، آثارِ صحابہ، اور فقہاء کے اقوال کی روشنی میں یہ واضح کیا ہے کہ تادیبی سزائیں صرف انتقامی اقدام نہیں بلکہ اصلاحِ فرد و معاشرہ کا ذریعہ ہیں۔

اسلامی شریعت میں تادیبی سزاؤں کی تین بڑی اقسام کا ذکر ہے: حدود، قصاص اور تعزیرات۔ ان میں سے تعزیر ایسی سزا ہے جو مجرم کی اصلاح، حالات اور زمانے کے مطابق قاضی کی صوابدید پر منحصر ہوتی ہے۔

تحقیق میں متعدد قرآنی آیات اور احادیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ تادیب میں نرمی، احتیاط اور اصلاح کی نیت بنیادی شرائط ہیں۔ حضرت عمرؓ اور دیگر خلفائے راشدین کے عمل سے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ اگر مجرم مجبور ہو یا حالات میں رعایت ہو، تو سخت سزا سے گریز کیا جا سکتا ہے۔

مزید یہ کہ تعلیمی اداروں میں طلبہ کی اصلاح کے لیے نرمی، زبانی تنبیہ، علامتی سزائیں، اور متبادل تربیتی طریقے شرعاً جائز ہیں، بشرطیکہ وہ بچے کی عزتِ نفس مجروح نہ کریں۔ مختلف اسلامی مکاتبِ فکر اور جدید اسلامی تعلیمی مفکرین کے اقوال سے یہ واضح ہوتا ہے کہ تادیبی سزاؤں کا مقصد نظم و ضبط اور اصلاح ہونا چاہیے، نہ کہ ذلت یا انتقام۔

نتیجہ

- اسلام میں تادیبی سزاؤں کا مقصد صرف سزا دینا نہیں، بلکہ مجرم یا طالبعلم کی **اصلاح، تزکیہ نفس، اور سماجی فلاح** ہے۔
- شریعت نے تادیبی سزاؤں میں **لچک، رحمت اور عدل** کو بنیادی اصول قرار دیا ہے۔
- تعزیرات کا دائرہ **زمان و مکان کے تقاضوں** سے مربوط ہے، اور قاضی یا معلم کو حکمت و عدل کے ساتھ فیصلے کا اختیار حاصل ہے۔
- تعلیمی اداروں میں سزا سے پہلے **نصیحت، نرمی، والدین سے رابطہ اور متبادل اقدامات** کو ترجیح دینی چاہیے۔
- سزا کا مقصد کبھی بھی **تذلیل یا جسمانی و ذہنی نقصان** نہیں ہونا چاہیے۔
- اسلامی تعلیمات کے مطابق، ہر سزا کا مقصد **زجر و اصلاح** اور معاشرتی مصلحت ہونا چاہیے، جو شریعت کے بنیادی مقاصد میں شامل ہے۔

[35] عصمت اللہ۔ اسلامی تعلیمی نظریہ، ج1، ص145، شاہد اکیڈمی، 1446ھ

[36] برنی، محمد الیاس۔ تعلیمی طریقہ ہائے تادیب، ص89، دار المصنفین، 1445ھ